معاشرہ کی اصلاح سے متعلق خصوصی تحریر

اتحاد و اتفاق

کے لیے مساجد، مدارس اور خانقاہوں

کا کردار



تحریر

مولانا احمد علی مردانی

جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

معاشرہ کی اصلاح سے متعلق خصوصی تحریر

اتحاد و اتفاق

کے لیے مساجد، مدارس اور خانقاہوں کا کردار

تحریر

مولانا احمد علی مردانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید

اسلام کی اصل بنیاد وحدت ہے فرقہ نہیں، جمع ہے تفریق نہیں، اجتماع ہے انقسام نہیں، اتحاد ہے فرقہ واریت نہیں۔ اتفاق واتحاد ایک ایسی چیز ہے جس کے محمود ومطلوب ہونے پر دنیا کے تمام انسان خواہ وہ کسی بھی ملک اور کسی بھی زمانے ہوں، کسی بھی مسلک ومذہب سے تعلق رکھتے ہوں سب کا اتفاق ہے، اس میں دورائے ہونے کا امکان نہیں۔ دنیا میں شاید ہی کوئی ایک آدمی بھی ایسا نہ ہو جو لڑائی جھگڑے کو بذاتہ مفید اور بہتر جانتا ہو۔ اس لیے دنیا کی ہر اک جماعت ہر ایک پارٹی لوگوں کو متفق کرنے کی دعوت دیتی ہے۔ اہل یورپ بھی اتفاق واتحاد کی دعوت دیتا ہے مگر اُن کی یہ دعوت صرف اور صرف دنیا وی اغراض ومقاصد کے لیے ہے مسلمان جب اتفاق واتحاد کی طرف دعوت دیتا ہے تو وہاں فقط صرف دنیاوی اغراض ومقاصد کے لیے اتحاد واتفاق مراد نہیں ہوتا بلکہ اتفاق دین ودنیا دونوں حیثیتوں سے مطلوب ہوگا۔

اتحاد و اتفاق کا مفہوم

لفظ اتحاد عربی زبان کا لفظ ہے اسم مذکر ہے جس کا معنی ایکا، دوستی واخلاص

کے آتا ہے (فرہنگ آصفیہ) اتحاد واتفاق کا لفظ انتشار وافتراق کا متضاد ہے۔اتحاد کا لفظ وہاں بولا جاتا ہے جہاں پر کئی افراد کا مجموعہ موجود ہوں اور اُن میں اجتماعیت پائی جائے۔اسی بات کی نسبت جب انسانوں کی طرف کی جائے تو اُسے ہم معاشرے کے افراد کا اتحاد کہہ سکتے ہیں۔اگر یہی لفظ امت مسلمہ کی طرف منسوب کی جائے تو اُسے ہم امت مسلمہ کے اتحاد کے نام سے تعبیر کر سکتے ہیں۔معاشرے کے تمام افراد اس بات پر تمام ادوار میں متفق نظر آئے ہیں کہ یہ ایک ممدوح صفت ہے۔یہی وہ قوت ہے جس کی وجہ سے انسان ہر مشکل سے مقابلہ کر سکتا ہے۔یہی وہ قوت ہے جس کی وجہ سے مشکل سے مشکل معاملہ آسان بن جاتا ہے۔یہی وہ قوت ہے جس نے ایک حقیر مخلوق یعنی چونٹیوں کو ضرب المثل بنا دیا۔اتفاق واتحاد معاشرے کا حسن ہے۔ اتفاق واتحاد معاشرے کے سکون واطمینان کا ذریعہ ہے۔اتفاق واتحاد ہر معاشرے کی ضرورت ہے۔جس کے بغیر معاشرہ کامیابی کے منازل طے نہیں کر سکتا۔یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم اور احادیث مطہرہ میں اتفاق واتحاد اختیار کرنے کی صفت بیان کی گئی ہے اور عدمِ اتفاق کو مذموم فعل قرار دیا ہے۔ذیل میں ہم اولاً ہم قرآنی آیات کے حوالوں سے اتفاق کی اہمیت کو اجاگر کریں گے اور پھر

احادیث مطہرہ کی روشنی میں اتحاد واتفاق کی اہمیت بیان کریں گے ۔

اتفاق واتحاد اور قرآنی تعلیمات

(1) واعتصموا بحبل الله ولا تفرقوا واذکروا نعمة الله علیکم اذ کنتم اعداءً بالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمته اخوانا (سورۃ العمران، پارہ نمبر ۴، آیت نمبر ۱۰۳)

ترجمہ :اور مضبوط پکڑے رہو اللہ تعالیٰ کے رسی کو (یعنی اللہ تعالیٰ کے دین کو جس میں اُصول وفروع سب آ گئے)اور باہم نا اتفاقی مت کرو (جس کی دین اسلام میں ممانعت بھی ہے)اور تم پر جو اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا ہے اس کو یاد کرو جب تم باہم دشمن تھے پس اللہ تعالیٰ نے تمہارے قلوب میں (ایک دوسرے کی)الفت ومحبت ڈال دی سو تم اللہ تعالیٰ کے اس انعام (تالیف قلوب)سے آپس میں بھائی بھائی (کی طرح)ہو گئے ۔(بیان القرآن)

تشریح: ۔قرآن کریم کی آیت مذکورہ میں اتحاد واتفاق کو لانے اور افتراق کو مٹانے کا نسخۂ اکسیر اس طرح بتلایا گیا ہے کہ: ,, **واعتصموا بحبل الله جمیعاً** ,,یعنی اللہ تعالیٰ کی رسی کو سب مل کر مضبوط تھامو ۔اللہ تعالیٰ کی رسی سے مراد قرآن کریم ہے ۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ناقل ہیں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ,,

کتاب اللہ ھو حبل اللہ الممدود من السماء الی الارض‘‘
یعنی کتاب اللہ ، اللہ تعالیٰ کی رسی ہے جو آسمان سے زمین تک لٹکی ہوئی ہے۔(ابن کثیر) اہل علم کے بقول قرآن کریم یا دین کو ,, رسی ،، سے اس لیے تعبیر کیا گیا کہ یہی وہ رشتہ ہے جو ایک طرف اہل ایمان کا تعلق اللہ تعالیٰ سے جوڑتا ہے تو دوسری طرف تمام اہل ایمان کو باہم ایک جماعت بناتا ہے۔اتفاق واتحاد کی اختیار کرنے کے حکم ساتھ مزید یوں ارشاد فرمایا کہ ,, **ولا تفرقوا** ،، باہمی افتراق سے بچو ،، اس سے معلوم ہوا کہ تفرقہ بازی **اعتصام بالکتاب والسنۃ** کا ضد ہے۔
امت مسلمہ جب تک کتاب وسنت کے ساتھ اعتصام کا حق ادا کرے گی، تفرقہ سے بچی رہے گی اور جب یہی اُمتِ مسلمہ اعتصام بالکتاب والسنۃ سے کٹے گی اور دوری اختیار کرے گی تو تفرقہ ،انتشار اور عداوت کا شکار ہوگی۔جس کی وجہ سے اُسے ہر طرف ناکامی کے سوا کچھ بھی نہیں ملے گا۔
مفتی اعظم پاکستان حضرت اقدس مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہورِ زمانہ تفسیر معارف القرآن میں اس آیت کریمہ کے ذیل میں یوں تحریر فرماتے ہیں کہ:
قرآن کریم نے نہایت جامعیت کے ساتھ اعتصام بحبل اللہ کا حکم دیا ہے

اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑنے کا حکم سب مسلمانوں کو دیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب سب مسلمان مل کر اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑیں گے تو افتراق کی گنجائش نہیں رہے گی جہاں اعتصام بحبل اللہ ہوگا وہاں افتراق کی گنجائش نہ ہوگی اور اس کے برعکس افتراق کی صورت میں اعتصام بحبل اللہ سے محرومی یقینی ہے۔

(2) انما المؤمنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم واتقوا اللہ لعلکم ترحمون (الحجرات،آیت نمبر ۱۰)

ترجمہ : مسلمانوں تو آپس میں بھائی ہے سو اپنے بھائیوں کے درمیان اصلاح کردیا کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو تا کہ تم پر رحم کی جائے۔

تشریح :۔ اس آیت کریمہ میں بھی باہمی اتفاق واتحاد کا عند اللہ محبوب و پسندیدہ ہونا اور باہمی نزاع کا ناپسندیدہ ہونا معلوم ہوا، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ باہمی اتفاق سبب رحمت اور باہمی نزاع رحمت سے محرومی کا باعث ہے۔ جس سورت مبارکہ سے یہ آیت مبارکہ نقل کیا گیا ہے اُس سورت مبارکہ کا نام سورت الحجرات ہے۔ حجرات حجرۃ کی جمع ہے جس کا معنی کمرہ یا مکان ہوتا ہے۔ یہ سورت ہجرت کے بعد مدنی زندگی میں سورۃ مجادلہ کے بعد نازل ہوئی۔ اس سورت کی اٹھارہ آیتیں اور دو رکوع ہیں۔ اہل علم نے

مندرجہ بالا آیت کریمہ کی توضیح وتشریح کے لیے آیت بالا کے ذیل میں درج ذیل حدیث نقل کی ہے:۔غزوہ بدر سے پہلے کا ایک واقعہ ہے ہجرت کے بعد قریبی زمانہ میں رسول اللہ ﷺ اپنے ایک صحابی حضرت سعد بن عبادہؓ کی بیمار پرسی کے لیے تشریف لے گئے ۔اُس وقت تک رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی ابھی زبانی طور پر بھی ایمان نہیں لایا تھا اور اُس صحابی رسول یعنی حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا گھر اُسی منافق یعنی عبداللہ بن ابی کے محلّہ میں تھا ۔امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ دراز گوش پر سوار ہو کر اُس محلّہ میں پہنچے تو وہاں عبداللہ بن ابی اور اُس کے بعض ساتھی بیٹھے تھے۔اُن پر دراز گوش کے قریب گزرنے کی وجہ سے کچھ گرد وغبار اُڑ کر پڑا تو عبداللہ (رئیس المنافقین) کے منہ سے نکلا، صاحب! اپنے دراز گوش کو ہم سے دور رکھیں کیونکہ اُس کے پاؤں کی گرد وغبار اور اُس کی بُو ہمیں تکلیف دیتی ہے ۔لہذا آپ ﷺ ہماری مجلسوں میں نہ آیا کریں ۔جس وقت یہ منافق مذکورہ بالا گفتگو کر رہا تھا اتفاقاً وہاں قریب ایک مسلمان بھی تھا۔جس نے اس ناشائستہ باتوں (بے ادبی) کا بُرا منایا اور آپ ﷺ سے مخاطب ہو کر عرض کیا کہ حضور ﷺ ! آپ ﷺ ہماری مجلسوں میں ضرور آیا کریں ۔یہ تو ہمارے لیے باعث برکت ہوگا۔

کلمات کے اس تبادلہ پر دونوں میں اُلجھاؤ پیدا ہوگیا۔ایک طرف عبداللہ (رئیس المنافقین) کے حامی تھے ۔تو دوسری طرف کچھ مسلمان بھی اپنے مسلمان کی حمایت کے لیے جمع ہوگئے۔دونوں جماعتوں میں کافی تکرار ہوا حتیٰ کہ ایک دوسرے پر لاٹھی اور جوتے بھی چلنے کی نوبت آئی ۔حالات کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے حضور ﷺ مصالحت کی غرض سے اپنی سواری سے اُترے،فریقین کو سمجھایا اوراُن کے درمیان مصالحت کرادی جس سے معاملہ رفع دفع ہوگیا۔واقعہ مذکورہ سے یہی نتیجہ اور سبق اخذ کیا جاسکتا ہے کہ جب معاشرے کے افراد کسی معاملہ میں لڑپڑے تو بالخصوص معاشرے کے اثر ورسوخ رکھنے افراد کی ذمہ داری بنتی ہے کہ اُن کے درمیان مصالحت کی کوشش کرے اور یہ مصالحت کی کوشش اُن کی ذمہ داری ہوگی جن سے وہ کسی بھی موڑ پر بری ءالذمہ نہیں ہوسکتے۔ نیز ایت مذکورہ میں حکم ہے کہ صلح اور جنگ کی ہر ایک حالت میں یہ ملحوظ رہے کہ یہ (مسلمانوں کی لڑائی) دو بھائیوں کی لڑائی یا دو بھائیوں کی مصالحت ہے، دشمنوں اور کافروں کی طرح برتاؤ نہ کیا جائے ۔نیز یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ تمام مومنوں کی اصل ایک ہے یعنی سب کی (مشترک)اصل ایمان ہے اور ایمان ہی حیاتِ ابدی کا موجب ہے ۔اس

لیے تمام اہل ایمان بھائی بھائی ہیں۔

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے جب یہ آیت نازل ہوئی اور رسول اللہ ﷺ نے پڑھ کر سنائی تو سب مسلمانوں نے باہم صلح کر لی اور ہر ایک دوسرے کے ساتھ لڑنے سے رُک گئے۔اور بقول بعض اہل علم مندرجہ بالا آیت کے نزول کا باعث درج ذیل واقعات ہیں۔

سعید بن منصور اور ابن جریر نے حضرت ابو مالک کی روایت سے بیان کیا ہے کہ دو مسلمانوں میں باہم گالی گلوچ ہوگئی۔جس کی وجہ سے ہر ایک کا قبیلہ دوسرے پر بھڑک اُٹھا اور ہاتھوں اور جوتوں سے مار پیٹ شروع ہوگئی۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اس روایت کو دیکھ کر تو یہی محسوس ہوتا ہے کہ اس میں بھی مندرجہ بالا واقعہ کا ذکر ہے مگر اسی راوی نے واقعہ مذکورہ کو مختصراً نقل کیا ہے۔البتہ درج ذیل واقعہ مذکورہ بالا واقعہ سے کچھ مختلف ہے:۔

ابن جریر ابن ابی حاتم نیز بغوی نے سدی کا بیان نقل کیا ہے۔ایک انصاری تھے۔جن کو عمران کہا جاتا تھا ان کی بیوی ام زید نے اپنے مائکے جانے کا ارادہ کیا۔شوہر نے روک دیا اور ایک بالا خانہ پر عورت کو بالا خانہ سے نیچے اُتار کر لیجانے لگے۔شوہر باہر گیا ہوا تھا اُس نے اپنے کنبہ والوں سے مدد

مانگی۔اس کے چچا کے بیٹے آگئے اور عورت کو لے جانے میں مزاحمت کی آخر دونوں فریقوں میں دھکم دھکا ہونے لگی اور جوتوں سے لڑائی شروع ہوگئی۔انہیں کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔اور رسول اللہ ﷺ نے کسی کو بھیج کر ان میں صلح کرادی اور سب اللہ تعالیٰ کی حکم کی طرف لوٹ آئے۔ واقعات بالا کو پڑھنے کے بعد باسانی یہی نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ قرآن وحدیث سے ہر موڑ پر مصالحت اختیار کرنے کی ترغیب دی ہے اور یہ ہراک کے حق میں بہتر ہے۔

امام بغویؒ نے بوساطت سالم بیان کیا ہے کہ سالم کے والد یعنی حضرت عبداللہ نے بیان کیا کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔اس کی حق تلفی نہ کرے نہ گالی دے جو شخص اپنے بھائی کی حاجت (پوری کرنے) میں لگا رہتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری کرنے میں لگا رہتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان کی سختی دور کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ قیامت کی سختیوں میں سے کوئی سختی دور کردے گا۔جو شخص مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا۔اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی کرے گا۔

امام مسلمؒ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:۔مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔اس پر ظلم

نہ کرے اس کو بے مدد نہ چھوڑے اور اس کی تحقیر نہ کرے، سینہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضور ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا۔تقوی یہاں ہوتا ہے ۔آدمی کا یہ شر کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی تحقیر کرے ۔مسلمان کی ہر چیز مسلمان پر حرام ہے ۔اس کا خون بھی اس کا مال بھی اور اس کی آبرو بھی ۔مختصر مندرجہ بالا آیت کریمہ اور احادیث مبارکہ ہمیں آپس میں متحد رہنے کی ترغیب دیتا ہے ۔اور آپس کے اختلافات کو مٹانے کا حکم دیتا ہے ۔

(3)تعالوا الی کلمة سوآءٍ بیننا وبینکم الا تعبدوا الا الله ولا نشرك به شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون الله فان تولوا فقولوا اشهدوا بانا مسلمون ☆

ترجمہ :۔آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو کہ ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے یہ کہ اللہ تعالی کے علاوہ کسی اور کی ہم عبادت نہ کریں اور اللہ تعالی کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی کسی دوسرے کو رب قرار نہ دے اللہ تعالی کو چھوڑ کر، پھر اگر وہ لوگ اعراض کریں تو تم لوگ کہہ دو کہ تم اس کے گواہ رہو کہ ہم تو ماننے والے ہیں ۔

تشریح :۔قرآن مجید نے خالص عدل واعتدال کا نقطہ نمایاں کر کے سامنے رکھ دیا ہے اور ان میں سے ہر چیز کے ردّوقبول کا معیار اللہ تعالی کا مبارک

نام اور اللہ تعالیٰ کا حکم قرار دیا ہے جس کی حکمرانی اور حقیقی بادشاہت اور اس کی اطاعت وانقیاد سے دنیا کے کسی فرد و بشر کو منحرف رہنے کی اجازت نہیں اور یوں عام اعلان فرمادیا: **تعالوا الی کلمة سواءٍ بیننا وبینکم الا تعبدوا الا الله ولا نشرك به شیئا ....الخ**

اس کی معبودیت پر سب متفق ہیں، اسی ایک کو سب اپنا مالک وخالق مانتے ہیں ۔یہی وہ نقطہ اشتراک ہے جو اقوام عالم کو جوڑ سکتا ہے۔پس اگر اقوام عالم اسی نقطہ اشتراک کی طرف آجائیں تو دنیا کے سارے فسادات از خود مٹ جائیں گے۔اور ہر طرف سکون واطمینان کی فضا قائم ہوجائے گی۔

(4)یا ایها الذین آمنوا لم تقولون مالا تفعلون ☆ کبر مقتا عندا لله ان تقولوا مالا تفعلون ☆ ان الله یحب الذین یقاتلون فی سبیله صفًا کانهم بنیان مرصوص

(سورۃ الصف،آیت نمبر:۴)

ترجمہ :۔اے ایمان والوں ! کیوں کہتے ہو منہ سے جو نہیں کرتے؟ بڑی بیزاری کی بات ہے اللہ کے یہاں کہ کہو وہ چیز جو نہ کرو،اللہ محبوب رکھتا ہے ان لوگوں کو جو اُس کی راہ میں صف باندھ کر لڑتے ہیں گویا وہ دیوار سیسہ پلائی ہوئی ہے۔

تشریح :۔آیتِ مذکورہ بالا کے مطابق قول اسلام کی صداقت کی جانچ اتحادِ اسلام ہے۔اسلام کے قائلین اگر اسلامی مہم کے لیے متحد نہ ہوسکیں تو اُن کا قول اللہ کی نظر میں ,, مقت کبر ،، کی حیثیت رکھتا ہے جس کی کوئی قیمت نہ دنیا میں ہے اور نہ آخرت میں۔یہ اُصول نہایت اہم نکتہ پر مبنی ہے کہ کوئی بڑا کام اتحاد کے بغیر نہیں ہوسکتا مگر اتحاد ایک عظیم قربانی کے بعد وجود میں آتا ہے اور وہ کسی بھی شخص کی ,, انا ،، کی قربانی ہے۔جب زیادہ انسان کسی ایک محاذ پر جمع ہونگے تو اُن کے مزاج الگ ہوں گے۔ہر ایک الگ سوچ کا مالک ہوگا۔اُسی مقام پر جب سب کسی ایک کی خاطر اپنی سوچ کو قربان کریں گے تو وہاں از خود اتحاد و اتفاق کا وجود معرض وجود میں آئے گا۔اللہ تعالٰی پر ایمان اپنی حقیقت کے اعتبار سے اپنی ذات کی نفی کا نام ہے اور اتحاد میں سب سے زیادہ اس چیز کی ضرورت ہوتی ہے۔متحدہ جدوجہد سب سے بڑی کامیابی اور یقینی کسوٹی ہے جس پر جانچ کر یہ دیکھا جاسکتا ہے کہ آدمی اپنی ذات کی نفی کر کے اسلام میں داخل ہوا ہے یا اپنی انا کے بت کو اپنے ساتھ لئے ہوئے ہیں۔جو لوگ انا کے بت توڑ چکے ہوں اُن کے لیے کوئی چیز اتحادِ عمل میں مانع نہیں ہوتی ۔اس لیے اسلام کے محاذ پر جب ایسے لوگ قابلِ لحاظ تعداد میں جمع ہوجائیں تو لازماً وہ کامیاب ہوکر

رہتے ہیں۔اتحاد کی ضد اختلاف ہے۔جس معاشرے کے افراد اتفاق واتحاد کی نعمت سے محروم ہوں گے وہاں ازخود اختلافات پیدا ہوں گے۔انتشار کی فضا قائم ہوگی۔نفرت عام ہوگی ہر کوئی اپنے اکیلا پن سے محبت کرے گا اور دوسروں سے دوری کو خوبی خیال کرے گا حالانکہ اکیلا پن کسی بھی بڑے مسئلے کو حل نہیں کرسکتا اور نہ ہی اکیلا پن کی وجہ سے انسان ابدی سکون کی زندگی گزارسکتا ہے۔سکون کی زندگی گزارنے کے لیے ایک متحدہ مسلمانوں کا ماحول ضروری ہے۔جو عدمِ اتفاق کی وجہ سے کبھی بھی میسر نہیں ہوگا۔مسلمانوں کے درمیان آپس میں اختلاف ایک مذموم فعل ہے جس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہوگی۔درج ذیل قرآنی آیت سے یہ امر بخوبی واضح ہوجائے گی۔

ولا تکونوا من المشرکین ☆ من الذین فرقوا دینهم وکانوا شیعاً کل حزب بما لدیهم فرحون ☆

(سورۃ الروم : آیت نمبر ۳۱/۳۲)

ترجمہ : اور مشرکوں میں سے نہ ہونا ☆ (اور نہ) اُن لوگوں میں (ہونا) جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔اور (خود) فرقے فرقے ہوگئے۔

سب فرقے اس سے خوش ہیں جو اُن کے پاس ہے۔

تشریح : ۔ہر عمل خالص اللہ کے لیے کرو اعتقاداً اور عملاً کسی کو اس میں شریک نہ کرو اور شرک کرنے والوں کی جماعت میں سے نہ ہو جانا (یعنی جنہوں نے اپنے اصلی دین) یعنی دین فطرت (کے ٹکڑے ٹکڑے کردیے) اور جس دین فطرت پر اُن کو قائم رہنے کا حکم تھا اس پر تو قائم اور متفق نہ رہے بلکہ اپنی خواہشوں اور خیالات کی بناء پر (گروہ گروہ بن گئے) اور شیعہ ہو گئے (اور ہر گروہ اور ہر فرقہ اس چیز پر خوش ہے جو اس کے پاس ہے) ہر فرقہ اپنے خیال پر ایسا فریفتہ اور مفتون ہے کہ اپنی غلطی کے امکان کا تصور بھی نہیں۔(معارف القرآن،مولانا ادریس کاندہلویؒ: جلد ٦ ، صفحہ نمبر:۔١٥٦)معارف القرآن کی توضیح کی روشنی یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ معاشرے کے وہ افراد انتشار کو پسند کرتے ہیں جو عقیدۂ شرک ہیں اور عقیدہ توحید سے دُور ہیں۔اور جو لوگ عقیدہ توحید کے پیروکار ہوں گے وہ ہرگز ہرگز انتشار وافتراق کی مدح نہیں کریں گے۔ بلکہ یہی موحدین کی جماعت ہر موڑ پر معاشرے کو متحد رہنے کے لیے تمام وسائل کو بروئے کار لائیں گے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

اتفاق واتحاد کی ضرورت واھمیت (احادیث مبارکہ کی روشنی میں)

جس طرح کہ گزشتہ سطوریں میں آیاتِ قرآنیہ سے اتفاق واتحاد کی اہمیت کو اُجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔درج ذیل صفحات میں آحادیث مبارکہ کی رُوسے اتحاد کی اہمیت بیان کی جائے گی۔

اتفاق واتحاد اللہ کی معیت کا باعث

عن ابن عمر رضی الله عنهما قال رسول الله صلی اللّٰہ علیہ والہ وسلم ید اللّٰہ علی الجماعة (مشکوٰۃ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ,, اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت پر ہے '' ۔

اہل علم مندرجہ بالا حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں:۔اللہ تعالیٰ کے ہاتھ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے توفیق وتائیداور حفاظت ومدد جماعت پر ہوتی ہے ۔اس اُمت مرحومہ پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے جہاں بیشمار احسانات ہیں وہیں اس کا یہ بھی بڑا فضل وکرم ہے کہ اس اُمت کے تمام لوگ کبھی ناحق اورغلط بات پر جمع نہیں ہوتے ۔جب بھی کسی چیز پر اتفاق کرتے ہیں وہ حق بات ہوتی ہے ۔اوراسی عمل کواہل علم نے اجماع امت سے تعبیر کیا ہے۔

جماعت کے ساتھ رہو

عن ابی الدرداء رضی الله عنه قال : سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم یقول : ما من ثلاثة فی قریة وّلا بدر وّلا تقام فیهم الصّلوٰة الّا استحوذ علیهم الشیطان ۔ فعلیکم بالجماعة ، فانما یاکل الذئب من الغنم القاصیة (رواه ابوداؤد باسناد حسن)

ترجمہ: ۔حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ,, میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے جس بستی یا گاؤں میں تین افراد ہوں مگر مل کر نماز ادا نہ کریں تو ان پر شیطان مسلط ہوجاتا ہے پس تم جماعت کا اہتمام کرو کیونکہ ریوڑ سے الگ ہوجانے والی بکری کو شیر کھا جاتا ہے ۔امام الانبیاء خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اُمت مسلمہ کی ہر ایک موڑ پر اجماعیت کو پسند فرمایا ہے اور عدمِ اجتماعیت کو نقصان کا باعث قرار دیا ہے ۔جس طرح کہ حدیث بالا کا بیان ومضمون بالکل واضح ہے ۔

اجتماعیت نزولِ برکت کا باعث

حضرت وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ,, ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ! ہم کھاتے ہیں مگر سیر نہیں ہوتے ۔آپ ﷺ نے

فرمایا کہ تم لوگ الگ الگ کھاتے ہو۔ہم نے تسلیم کیا کہ واقعی ایسا ہوتا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا : کھانا مل کر کھایا کرو اور اس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا کرو تمہارے کھانے میں برکت ہوگی ۔ (ابن ماجہ وا بوداؤد)

حدیث بالا کے مضمون کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ بات بالکل عیاں ہوگی کہ اجماعیت کے دیگر فوائد کے ساتھ ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ یہ عمل نزول برکت کا بھی باعث ہے ۔اور ہر ایک مسلمان برکات کے حصول کا طالب ہے ۔ پس وہ نادان ہی ہوگا جو اجماعیت کو چھوڑ کر انفرادیت کو اختیار کرے گا۔

متحدہ اُمتِ مسلمہ کی مثال

رسول اللہ ﷺ کا فرمان عالی ہے:۔تم اہل ایمان کو باہمی رحمت، باہمی محبت اور باہمی شفقت و ہمدردی میں ایک جسم کی طرح دیکھو گے کہ اگر ایک عضو کو تکلیف ہو تو پورا بدن اس کی وجہ سے بے چینی اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔(متفق علیہ)

ایک اور حدیث میں یہ مضمون اس طرح منقول ہے: تمام اہل ایمان کی مثال فرد واحد کی ہے کہ اس کی آنکھ میں تکلیف ہو تو پورا بدن دردمند ہوتا ہے اور اگر اس کے سر میں تکلیف ہو تب بھی پورا بدن بے چین ہوتا ہے ۔

احادیث بالا میں ہمارے پیارے نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے مثال کے ساتھ اجماعیت کی اہمیت کو بیان فرمایا ہے۔کہ جس طرح بدن کے کئی اجزاء ہیں اور ہر ایک جزء کا اپنا اپنا ہی کام ہے مگر وہ ایک دوسرے کے لیے مددگار ہیں۔اگر ان اجزاء میں سے کسی ایک جزء کو بھی نقصان پہنچتا ہے تو بدن کے تمام اجزاء وہ تکلیف محسوس کرتے ہیں۔امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے صریح الفاظ کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ اُمت مسلمہ کے افراد کا تعلق ایک دوسرے کے ساتھ بالکل اسی طرح ہونا چاہیے۔اور اسی میں سب کی بھلائی ہے۔

متحدہ اُمت مسلمہ کا آپس میں تعلق ورشتہ

ایک حدیث میں یوں منقول ہے:۔رسول اللہ ﷺ نے انگلیوں میں اُنگلیاں ڈال کر فرمایا کہ ایک مؤمن دوسرے مؤمن کے لیے ایسا ہے جیسے ایک عمارت، کہ اس کے بعض اجزاء بعض کو تھامے ہوئے رہتے ہیں۔
(مؤطا امام مالک)

حدیث بالا میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے امتِ مسلمہ کے افراد کے آپس میں تعلق کو ایک مثال کے ساتھ سمجھایا ہے کہ جس طرح ایک عمارت کے اجزاء ایک دوسرے سے مستغنی نہیں ہوسکتے اور ایک دوسرے کے بغیر

اُن کا وجود ناممکن ہوتا ہے بالکل اسی طرح اُمتِ مسلمہ کے تمام افراد کا تعلق ہے۔

بھائی بھائی کا رشتہ

عن ابی هريرة رضی الله عنه انّ رسول اللّٰه صلی الله عليه وآله وسلم قال : ايّاكم والظّن فانّ الظّنّ اكذب الحديث، ولا تحسّسوا، ولا تجسّسوا ، ولا تفافسوا ، ولا تحاسدوا ، ولا تباغضوا ، ولا تدابروا ، وكونوا عباد اللّٰه اخوانا كما امركم ۔ المسلم اخو المسلم : لايظلمهٗ ، ولا يخذله ولا تحقرهٗ التّقوىٰ هٰهنا ، التّقوىٰ هٰهنا ، ويُشير الى صدره بحسب اَمرىء مِّن الشر ان يحقر اخاه المسلم كلّ المسلم على السلم حرام : دمهٗ ، وعرضهٗ وماله ، انّ اللّٰه لا ينظر الىٰ اجسادكم ، ولا الىٰ صوركم ، ولا اعمالكم ، ولٰكن يّنظر الىٰ قلوبكم وفى رواية : لا تحاسدوا ، ولا تباغضوا ، ولا تجسّسوا ، ولا تناجشوا وكونوا عباد اللّٰه اخواناً ، وفى رواية لا تقاطعوا ، ولا تدابروا ، ولا تباغضوا ، ولا تحاسدوا ، وكونوا عباد اللّٰه

اخوانا" وفی روایة ولا تهاجروا ولا يبع بعضكم على بيع بعض " رواه مسلم بكل هذه الرّوايات وروى البخاری اكثرها۔

ترجمہ : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : تم اپنے آپ کو گمان سے بچاؤ کیونکہ گمان سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے اور تم جاسوسی مت کرو اور جاسوسی مت کرو ۔ آپس میں حسد مت کرو، ایک دوسرے سے بغض مت رکھو، ایک دوسرے کو پیٹھ مت دکھاؤ اور اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ۔ جس طرح اس نے حکم دیا ہے ۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ تو اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اس کو رسوا کرتا ہے اور نہ اس کو حقیر گردانتا ہے ۔تقویٰ یہاں ہے، تقویٰ یہاں ہے اور آپ ﷺ نے اس وقت اپنے ہاتھ سے اپنے سینے کی طرف اشارہ فرمایا۔ آدمی کے شر کے لیے یہی کافی ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے ۔ ہر مسلمان کا مسلمان خون، عزت اور مال حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں کو نہیں دیکھتے اور نہ تمہاری شکلوں کو بلکہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتے ہیں ۔ ایک روایت میں ہے آپس میں حسد مت کرو، نہ ایک دوسرے سے بغض رکھو، نہ جاسوسی کرو، نہ عیبوں کی ٹوہ میں لگو اور دھوکہ دینے

کے لیے بولی مت بڑھاؤ اور اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ۔ ایک اور روایت میں ہے باہمی حسد نہ کرو، نہ ایک دوسرے سے بغض رکھو، باہمی مقاطعہ مت کرو، نہ ایک دوسرے کو پیٹھ دکھاؤ، نہ ایک دوسرے سے بغض رکھو اور نہ حسد کرو بلکہ اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ ۔ ایک اور روایت میں ہے نہ ایک دوسرے کو چھوڑو اور نہ ایک دوسرے کی بیع پر بیع کرو ۔ امام مسلمؒ نے یہ تمام روایات بیان کی ہیں ۔ امام بخاریؒ نے اس حدیث مبارکہ کے اکثر حصہ کو نقل کیا ہے ۔ اور امام ابوداؤد نے حضرت انس بن مالک سے یوں نقل کیا ہے کہ : رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: ۔ آپس میں ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، ایک دوسرے سے حسد نہ کیا کرو ، ایک دوسرے سے پیٹھ نہ پھیرو، سب اللہ تعالیٰ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ ، کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ اپنے بھائی کو تین رات سے زیادہ چھوڑے ۔

احادیث بالا میں بغض وحسد کی مذمت بیان کی گئی ہے، ایک دوسرے کی غیبت سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے ۔ قطع تعلق کو ناجائز قرار دیا گیا ہے، جاسوسی کو گناہ قرار دیا گیا ہے ۔ مندرجہ بالا عیوب سے جو معاشرہ پاک ہوگا وہاں ازخود محبت کی فضا قائم ہوگی ، وہاں ازخود دوریاں ختم ہوگی ، وہاں ازخود

معاشرتی معاملات درستگی کی طرف آئے گے، وہاں از خود بھائی چارے کی فضا قائم ہوگی۔ اور یہی شریعت کو مطلوب ہے اور یہی چیز تمام ادیان میں ممدوح ہے۔

اتفاق واتحاد کونقصان پہچانے والا مذموم فعل کیا ہے؟

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: میں تمھیں ایسی چیز نہ بتاؤں جو درجہ میں صدقہ سے بھی افضل ہے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا ضرور ارشاد فرمایئے: آپ ﷺ نے فرمایا: وہ معاملات کی درستگی ہے، کیونکہ آپس کا بگاڑ مونڈنے والی چیز ہے۔ اور ایک روایت میں اس کے ساتھ یہ اضافہ بھی موجود ہے کہ: کہ میں یہ نہیں کہتا کہ وہ بالوں کو مونڈنے والی ہے بلکہ وہ دین کو مونڈنے والی اور اس کا صفایا کرنے والی ہے۔

حدیث مذکورہ میں جہاں دوسرے مسائل کا ذکر ہے وہاں یہ بھی ذکر ہے کہ معاملات کی درستگی صدقہ سے بھی افضل عمل ہے، اور معاملات کی درستگی یہی ہے کہ آپس کے اختلافات کو مٹائیں جائیں اور اتفاق واتحاد کی فضا قائم کرنے اپنی کوشش کی جائے۔ یہ عمل یقیناً ایک عظیم عمل ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

باہمی اختلاف کیسے ختم ہوں گے؟

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ : ,, تم سے پہلی اُمتوں کی بیماری آہستہ آہستہ تم میں سرایت کرگئی یعنی حسد اور کینہ اور یہ چیز مونڈنے والی اور صفایا کرنے والی ہے۔ میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ یہ بالوں کو مونڈنے ہے نہیں! دین کو مونڈتی ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے تم جنت میں داخل نہ ہوں گے یہاں تک کہ ایک دوسرے سے محبت کرو۔ کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جو اس (باہمی الفت ومحبت) کو تمہارے لیے ثابت کردے، آپس میں کثرت سے سلام پھیلاؤ۔

حدیث بالا کی کے ابتدائی حصے کی تشریح تو سابقہ سطور میں آچکی ہے ۔حدیث مذکورہ بالا کے دوسرے حصہ میں اختلاف وافتراق کو ختم کرنے کا ایک آسان نسخہ بتلایا گیا ہے، وہ آپس میں سلام کو عام کرنا ہے، سلام کی بدولت محبت پیدا ہوگی اور جہاں محبت ہوگی وہاں سے ازخود نفرت چلی جائے گی اور جہاں سے نفرت ختم ہوگی وہاں ازخود اتفاق واتحاد کا ماحول پیدا ہوگا۔

☆☆☆☆☆☆☆

خلاصہ

امت مسلمہ میں اجتماعیت کو پیدا کرنے اور باقی رکھنے کا مؤثر ترین نسخہ یہ ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کو مضبوطی سے تھامیں رکھیں اور کسی بھی حال میں بھی ان کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔ عصر حاضر میں جو مسلمانوں میں انتشار اور افتراق دکھائی دیتا ہے تو دوسرے اسباب کے علاوہ اس کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ مسلمانوں نے کتاب اللہ اور سنت نبوی سے منہ پھیر لیا ہے۔ کتاب اللہ اور سنت نبوی سے تعلق تب قائم ہوگا کہ جب ہمارا تعلق مساجد ومدارس سے ہوگا کیونکہ مساجد ومدارس کا قیام تعلق مع اللہ اور تعلق مع الرسول ﷺ قائم کرنے کے لیے ہے۔ اور تعلق مع اللہ اور تعلق مع الرسول ﷺ تب قائم ہوگا جب قرآن کریم اور احادیث مصطفیٰ ﷺ کو سیکھ کر ہم اپنی عملی زندگی میں لائیں۔ اور قرآن وحدیث سیکھنے سکھانے میں مساجد ومدارس بھرپور کردار ادا کر رہے ہیں۔ اور ان شاء اللہ مستقبل میں بھی ادا کرتے رہیں گے۔

☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆

مساجد کا کردار

اتفاق واتحاد کے مفہوم کو سمجھنے کے بعد اب ضروری ہے کہ مسجد ومدرسہ کے مفہوم کو سمجھا جائے۔اولاً درج ذیل سطور میں مسجد کے مفہوم کی توضیح کی جائے گی۔

مسجد کا معنی ومفہوم

لغات القرآن کے مشہور مؤلف مسجد کا مفہوم کچھ الفاظ میں تحریر فرماتے ہیں :۔مسجد کی جمع مساجد ہے،ظرف مکان ہے جس کا معنی سجدہ کرنے کے مقامات،یہی وہ مقام جس کو عبادت کے لیے بنایا گیا یہی وہ مقام ہے جس کی تعمیر کے لیے ہر اک دور میں مخلصین کا انتخاب ہوا۔

مسجد کی اهمیت

اتفاق واتحاد قائم کرنے کے لیے مساجد کے کردار کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ۔مساجد کی اہمیت کے سمجھنے کے لیے علامہ جلال الدین سیوطیؒ کی کتاب " لباب الحدیث" سے ماخوذ درج ذیل احادیث مبارکہ کا مطالعہ از حد ضروری ہے۔

المسجد بيت كل مؤمن (رواہ ابو نعیم) مسجد ہر مومن کا گھر ہے۔

شر البقاع اسواقها و خير البقاع مساجدها (رواہ الحاکم والطبرانی باسناد حسن)

ترجمہ:۔زمین میں بہترین جگہیں مساجد ہیں اور بدترین مقامات بازار ہیں

اذا رايتم الرجل ملازم المسجد فاشهدوا له بالايمان (رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ وابن خزیمہ وابن حبان والحاکم والبیہقی)

ترجمہ :۔جس شخص کوتم دیکھو کہ مسجد کا عادی ہے اُس کے ایماندار ہونے کی گواہی دو۔

من تكلم بكلام الدنيا فى المسجد احبط الله اربعين سنة

(رواہ ابن حجر الہیثمی فی تنبیہ الاخبار)

جو شخص مسجد میں دنیا کی باتیں کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کے چالیس سال کے اعمال ضائع کردیتے ہیں۔

ان الملائكة يتكرهون من المتكلمين فى المسجد بكلام اللغو والجور (لب الحدیث)

ترجمہ:۔مسجدوں میں فضول اور حق سے دور کرنے والی باتوں کوفرشتے ناپسند کرتے ہیں۔

مندرجہ بالاتمام احادیث اس بات پر دال ہیں کہ مساجد سے مومنین کا تعلق ایسا ہی ہوگا جس طرح اُس کا تعلق اپنے گھر سے ہوتا ہے اورمساجد صرف

اُمورِ خیر میں استعمال ہونگے جس کی طرف تیسری اور چوتھی حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے۔پس جب یہ بات ثابت ہوئی کہ مساجد کی تعمیر فقط اُمورِ خیر کو عام کرنے کے لیے ہوئی ہے جس میں عبادت بھی شامل ہے اوراس میں معاشرہ کے اندر اتفاق واتحاد کی فضا قائم کرنا بھی شامل ہے،جس کے لیے مسجد کا کردار کسی سے بھی مخفی نہیں۔

مسجد کا معاشرے کی اصلاح میں کردار

مساجد کو مسلمانوں کے معاشرہ میں مرکزی نقطہ کی حیثیت حاصل ہے ۔یہاں فقط خیر کی تعلیم دی جاتی ہے اورلوگوں کو برائی سے روکا جاتا ہے اور جس معاشرے کے افراد سے برائی ختم ہوجائے اور وہاں فقط بھلائی کے کام ہوتے ہوں تو وہاں خودبخود اتفاق واتحاد کا موحول پیدا ہوگا۔وہاں ازخودلوگ ایک دوسرے کے قریب آئیں گے، وہاں خودبخو دوریاں ختم ہوگی۔بُغض وحسد کا خاتمہ ہوگا ۔مساجد مختلف اوقات میں ظاہری افرادی اجتماعات کا بھی اہتمام کرتا ہے۔جن میں پنج وقتہ فرض نمازوں کی باجماعت ادائیگی کا اہتمام،نماز جمعہ کی ادائیگی،نمازعیدالفطر وعیدالاضحیٰ کی ادائیگی، اورتراویح وغیرہ کے اجتماعات خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ان تمام اجتماعات کو ہم الگ الگ نام دے سکتے ہیں۔درج ذیل سطور میں ان

اجتماعات مذکورہ بالا کا فرداً فرداً ذکر کیا جاتا ہے۔

روزانہ پانچ دفعہ اجتماع گاہ۔۔۔۔۔۔۔اتفاق واتحاد کی علامت

ان پنج وقتہ اجتماعات کی اہمیت کا اندازہ درج ذیل احادیث کے مطالعہ سے لگایا جاسکتا ہے:

عن ابن عمر رضی الله عنهما قال : قال رسول الله ﷺ : صلوٰة الجماعة تفضل صلاة الفذ بسبع وعشرين درجة

(متفق علیہ)

ترجمہ:۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جماعت کی نماز اکیلے نماز پڑھنے سے ستائیس گنا زیادہ فضیلت رکھتی ہے ۔

۔عن ابی هريرة رضی الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ „ والذی نفسی بیدہٖ ، لقد هممت ان أمر بحطب فيحطب ، ثم أمر بالصلوة فيؤذن لها ، ثم أمر رجلا فيؤم الناس ، ثم أُخالف الیٰ رجال وفی رواية : لايشهدون الصلوة فاحرق عليهم بيوتهم والذی نفسی بیدہٖ ، لو يعلم احدهم انه يجد عرقا سمينا ، او مرماتين حسنتين لشهد العشاء

'' رواہ البخاری ولسلم نحوہ ۔

ترجمہ:۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں نے ارادہ کیا تھا کہ (لوگوں کو) لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں پھر جب لکڑیاں جمع ہو جائیں تو نماز کا حکم دوں پھر جب نماز کے لیے آذان دی جائے تو کسی ایک کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کی امامت کرے پھر میں لوگوں کی طرف جاؤں ایک روایت میں ہے کہ ان لوگوں کی طرف جاؤں کہ جو نماز کے لیے حاضر نہیں ہوئے اور ان کے گھروں کو جلا ڈالوں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر ان میں سے کوئی یہ جان لے کہ وہ پائے گا گوشت کی موٹی سی بوٹی یا دو کھر اچھے قسم کی گائے یا بکری کے تو وہ یقیناً عشاء کے لیے حاضر ہوگا۔

تشریح :۔ اس حدیث میں ترک جماعت پر بہت بڑی وعید سنائی گئی ہے ، اس جیسی روایات کی بنیاد پر محقق ابن ہمامؒ اور دیگر مشائخ جماعت کو واجب قرار دیتے ہیں۔

حدیث نمبر 3 :۔ عن ابی الدرداء رضی الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ مامن ثلاثة فی قریة ولا بدو لا تقام فیهم

الصلوة الا قد استحوذ عليهم الشيطان فعليك بالجماعة فانما ياكل الذئب القاصية (رواه احمد وابوداؤد والنسائی)

ترجمہ :۔حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس گاؤں یا جس جنگل میں تین آدمی ہوں اور وہ جماعت سے نماز نہ پڑھیں تو شیطان ان پر غالب ہوجاتا ہے لہذا تم جماعت کو اپنے اوپر لازم کرلو کیونکہ بھیڑیا اس بکری کو کھاجاتا ہے جو ریوڑ سے الگ ہوکر چلتی ہے۔

تشریح :۔اس حدیث میں جماعت کو اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

حدیث نمبر 4 : ۔عن ام الدرداء رضی الله عنه قال : دخل علی ابو الدرداء وهو مغضب، فقلت : ما اغضبك ؟ قال : واللّٰه ما اعرف من امر امّة محمد ﷺ شيئا الا انهم يصلون جميعا (رواه البخاری)

ترجمہ :۔ حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا سے منقول ہے فرماتی ہے کہ میرے پاس حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ آئے اس حال میں کہ وہ غصہ کی حالت میں تھے ۔میں نے کہا کس چیز نے آپ رضی اللہ عنہ کو غصہ

میں ڈالا انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ کی قسم، آپ ﷺ کی امت کے بارے میں میں یہی جانتا تھا کہ وہ تمام جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے تھے ۔

تشریح :۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو غصہ اس وجہ سے آیا کہ فرماتے ہیں کہ پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت جماعت کے ساتھ نماز پڑھتی تھی لیکن اب جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھتے یا پہلے تو مسجد نمازیوں سے بھری ہوتی تھی لیکن اب سستی کی وجہ سے لوگوں کی تعداد کچھ کم ہوگئی تھی ۔

حدیث نمبر 5 :۔ عن عبداللہ بن امٌ مکتوم قال : یا رسول اللہ ان المدینة کثیرة الھوامٌ والسّباع وانا ضریر البصر ، فھل تجد لی من رٌخصة ؟ قال : „ ھل تسمع حی علی الصلوة ، حی علی الفلاح قال : نعم ، قال : فحی ھلا “ ولم یرخص له (رواہ ابودؤد والنسائی)

ترجمہ :۔ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ اے اللہ کے رسول ! تحقیق مدینہ میں بہت موذی جانور اور درندے ہیں اور میں کمزور نظر والا ہوں کیا میرے لیے رخصت ہے؟ فرمایا: کیا تو „ حیّ علی الصلوٰۃ ، حیّ علی الفلاح ، سنتا ہے؟ فرمایا: جی ہاں

آپ ﷺ نے فرمایا: حاضر ہوا ور جماعت کو چھوڑنے کی اجازت نہ دی۔

تشریح : ۔ اس حدیث میں جماعت چھوڑنے سے منع کیا گیا ہے۔

حدیث نمبر 6 :۔ عن ابن عباس قال : قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم " من سمع المنادی فلم یمنعہٗ من اتباعہ عذرٌ قالوا : وما العذر ؟ قال : خوفٌ او مرضٌ لم تقبل منہ الصّلوٰۃ الّتی صلّٰی " رواہ ابوداؤد والدارقطنی

ترجمہ : ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اذان کہنے والے کی اذان سنی اور مؤذن کی تابعداری سے اُسے کوئی عذر نہ روکے صحابہؓ نے عرض کیا کہ عذر کیا ہے؟ فرمایا خوف یا بیماری جو اس کے بغیر جماعت کے علاوہ نماز پڑھے تو اس کی نماز قبول نہیں کی جاتی۔

تشریح :۔ یہ حدیث بھی اہمیت جماعت کی واضح دلیل ہے۔

مندرجہ بالاتمام روایات جماعت کی اہمیت کو ثابت کرنے کے لیے کافی ہیں۔ دن میں پانچ مرتبہ مسلمانوں کا آپس میں ملاقات کا ایک اہم ترین ذریعہ جس کی بناء پر وہ ایک دوسرے کے قریب آتے ہیں اور ایک دوسرے کے درمیان جو دوری ہوتی ہے وہ مٹتی ہے۔ مسلمان کا مسلمان سے ملاقات

پھر اُن سے قربت ہی اتحاد کی اولین سیڑھی ہے ۔اور یہی سے معاشرے کے اندر جوڑ کا ماحول پیدا ہو جاتا ہے ۔ اور توڑ کا ماحول آہستہ آہستہ مٹتا چلا جاتا ہے ۔

جمعۃ المبارک مسلمانوں کی ہفتہ وار بڑا اجتماع

نماز جمعہ میں چونکہ مسلمانوں کی اجتماعیت کا خاص طور پر اظہار ہوتا ہے اس لیے نبی کریم ﷺ نے اسے چھوڑنے پر سخت وعید بیان فرمائی ہے ۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ،، ہم نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر تشریف رکھتے ہوئے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ لوگ جمعہ چھوڑنے سے باز آجائے ورنہ اللہ تعالیٰ اُن کے دلوں پر مہر لگا دے گا پھر وہ غافلوں میں سے ہو جائیں گے ۔) البخاری (

یہ مسلمانوں کا ہفتہ وار اجتماع ہے، اس کو بھی ہم ماحول کو جوڑنے کا اہم ذریعہ کہہ سکتے ہیں ۔

رمضان المبارک میں باجماعت تراویح کا اہتمام

مساجد میں دیگر اجتماعات کے ساتھ ساتھ ماہِ رمضان المبارک میں باجماعت تراویح کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے ۔

عن عبد الرحمٰن بن عبد القاری ، قال : خرجت مع عمر بن الخطاب ليلة الى المسجد ، فاذا الناس اوزاع متفرقون ، يصلى الرجل لنفسهٖ ، ويصلى الرجل فيصلى بصلاته الرهط ، فقال عمر : انى لو جمعت هولاء على قارى ء واحد لكان امثل ثم عزم ، فجمعهم على ابى بن كعب ، قال : ثم خرجت معه ليلة اُخرىٰ ، والناس يصلون بصلوٰة قارئهم قال عمر : نعمت البدعة هٰذه ، والتى تنامون عنها افضل من التى تقومون يريد آخر الليل ، وكان الناس يقومون اوّله (رواه البخارى)

ترجمہ :۔ حضرت عبدالرحمان بن عبدالقاری سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک رات میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مسجد کی طرف گیا تو لوگ بکھرے ہوئے تھے کوئی آدمی اکیلا نماز پڑھ رہا ہے اور کوئی نماز پڑھ رہا ہے تو اس کے ساتھ ایک جماعت بھی ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اگر ایک قاری پر جمع کردوں تو بہتر ہوگا پھر آپ رضی اللہ عنہ نے پختہ ارادہ کرلیا تو انہیں حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ (کی امامت) پر جمع کردیا۔ کہتے ہیں کہ پھر ایک رات کو میں آپ رضی اللہ عنہ

کے ہمراہ نکلا اور لوگ اپنے قاری کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ اچھی بدعت ہے اور جس وقت میں تم نماز سے سوئے رہتے ہو، وہ بہتر ہے اس سے جس میں تم نماز پڑھتے ہو یعنی لوگ اول اور آخر رات میں قیام کرتے تھے۔

تشریح : ۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مبارک دور میں بیس رکعات تراویح باجماعت کا التزام ہوا اور اس پر دائی عمل شروع ہوا اور تا حال عمل ہو رہا ہے۔معاشرے کو جوڑنے میں یقیناً اس عمل (تراویح) کا بھی بڑا دخل ہے۔

باجماعت عیدین کی نماز (سالانہ اجتماع)

مساجد میں یومیہ، ہفتہ وار، مخصوص اجتماعات کے علاوہ سالانہ دو بڑے بڑے اجتماعات ہوتے ہیں۔ان اجتماعات کا تعلق اگر چہ عیدگاہ سے ہے لیکن اکثر علاقوں میں عیدگاہ کی سہولت نہ ہونے کی وجہ سے ان اجتماعات کے انعقاد کے لیے مساجد کا انتخاب کیا جاتا ہے۔اور عذر شرعی کی وجہ سے ان اجتماعات کو مساجد میں قائم کیا جا سکتا ہے۔درج ذیل روایت کا تعلق عیدگاہ کی اجتماع سے ہے:۔

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال : کان النبی

ﷺ یخرج یوم الفطر والاضحی الی المصلیٰ فاوّل شیء یبداء به الصّلوٰة ثم ینصرف فیقوم مقابل الناس ، والناس جلوس علی صفوفهم فیعظهم ، ویوصیهم ، ویامرهم ، وان کان یرید ان یقطع بعثا قطعه ، او یامر بشیء امر به ، ثم ینصرف (متفق علیه)

ترجمہ :۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے کہ نبی ﷺ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن عیدگاہ کی طرف جاتے تو سب سے پہلا کام جو آپ کرتے وہ نماز ہے پھر سلام پھیرتے تو لوگوں کے سامنے کھڑے ہوتے اور لوگ اپنی صفوں میں بیٹھے ہوتے تو آپ ﷺ انہیں وعظ کرتے اور انہیں وصیت کرتے اور انہیں حکم فرماتے اور اگر لشکر بھیجنے کا ارادہ ہوتا تو بھیجتے اور کسی چیز کا حکم فرمانا ہوتا تو فرماتے پھر چلے جاتے۔

المختصر : مساجد افراد کو جوڑنے کے لیے بہترین کردار ادا کرتے ہیں۔اور یہی چیز مساجد کا حسن ہے۔

اتفاق واتحاد کے لیے مدارس کا کردار

مساجد کا جب ذکر کیا جاتا ہے تو وہاں بالعموم مدارس کا بھی ذکر کیا جاتا ہے،

وہ اس لیے کہ جس کام و مقصد کے لیے مساجد کا قیام عمل میں لایا جاتا ہے اُن مقاصد کے لیے مدارس تعمیر کیے جاتے ہیں اور مساجد دروس قرآن کا اہتمام کیا جاتا ہے تو مدارس میں بھی دروس قرآن کا ایک سلسلہ ہوتا ہے، مساجد کو احادیث کے درس کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں، مدارس بھی انہی مقاصد کے لیے قائم کیے جاتے ہیں، مساجد میں ائمہ مساجد اُخوت کا درس دیتے ہیں، تو اہل مدارس مساجد کو وہی ائمہ فراہم کرتے ہیں، مساجد میں اتفاق واتحاد کے اسباق پڑھائے جاتے ہیں، تو مدارس ایسے مساجد کے لیے درس دینے والے فراہم کرتے ہیں۔ اتفاق واتحاد کے لیے مدارس کے کردار سے انکار ممکن نہیں مدارس ہی وہ مقامات ہیں جہاں اُخوت ومحبت کا درس دیا جاتا ہے جہاں یہ سکھایا جاتا ہے کہ معاشرے کے افراد کے حقوق کا کس طرح خیال رکھا جائے گا۔ یہی وہ مقامات ہیں جہاں ہر ہر فرد کی صحیح معنی میں روحانی تربیت کی جاتی ہے۔ روحانی تربیت کے نتیجہ میں وہ انا پرستی کو چھوڑ دیتا ہے اور انا پرستی چھوڑنے کی وجہ سے وہ ہر کسی کو قریب رکھتا ہے اور ہر کسی کو قریب رکھنا ہی اتفاق کی پہلی سیڑھی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆

مدارس کا تعلیمی ڈھانچہ

مدارس اسلامیہ کا تعلیمی ڈھانچہ انتہائی معیاری اور قابل تقلید ہوتا ہے یہاں پر فقط اُخوت و محبت کا درس دیا جاتا ہے۔ معاشرے کی اصلاح کے لیے کوششیں کی جاتی ہیں۔ مدارس اسلامیہ کا نصاب یقیناً کئی خوبیوں کا حامل ہوتا ہے۔ جن کے بنیادی اجزاء قرآن وحدیث ہوتے ہیں۔ قرآن وحدیث کی بنیاد پر مدارسِ اسلامیہ میں درج ذیل اخلاقی مضامین پڑھے جاتے ہیں۔

(1) حسنِ اخلاق کی تعلیم

مدارس ومساجد کے اندر کے حسن اخلاق کی تعلیم دی جاتی ہے۔ حسن اخلاق ہی وہ مرکزی نقطہ ہے جس کی بناء پر معاشرے کے افراد اکھٹے ہوتے ہیں جس کی بناء پر معاشرے کے افراد ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھتے ہیں۔ پیار و محبت سے پیش آنا حسنِ اخلاق کا جزء اعظم ہے۔ قرآن کریم اور احادیثِ مبارکہ میں حُسن اخلاق کی بڑی تعریف کی گئی ہے۔

قرآن کریم میں حضور ﷺ کو خطاب ہے: **انّك لعلىٰ خلقٍ عظيمٍ**

(ن :۴) ترجمہ :۔ اور بے شک آپ ﷺ اعلیٰ اخلاق پر ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

لوگوں میں اخلاق کے لحاظ سے سب سے اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے۔

(بخاری و مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی منقول ہے کہ میں نے دس سال تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کی۔ مجھے آپ ﷺ نے کبھی بھی اُف تک نہیں فرمایا اور نہ ہی کسی کام کے متعلق جو میں نے کیا یہ فرمایا کہ یہ تم نے کیوں کیا؟ اور نہ ہی کسی کام کے بارے میں یہ فرمایا، جو میں نے نہیں کیا کہ تو نے اس طرح کیوں نہ کیا؟ (بخاری و مسلم)

نیز آپ ﷺ کا فرمان ہے: تم میں سے قیامت کے دن مجھے سب سے زیادہ پیارا اور مجھ سے سب سے زیادہ قریب مجلس کے لحاظ سے وہ شخص ہوگا جو اخلاق میں سب سے اچھا ہوگا اور تم میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ اور زیادہ دُور وہ لوگ ہوں گے جو بہت زیادہ باتیں کرنے والے، بناوٹ کرنے والے اور تکبر سے منہ کھول کر باتیں کرنے والے ہیں۔ (ترمذی)

باہم نرمی اختیار کرنے کی تعلیم

مساجد و مدارس کے اندر باہم نرمی اختیار کرنے کی تعلیم دی جاتی ہے اور یہ سبق اُن کو درج ذیل احادیثِ مبارکہ سے سکھایا جاتا ہے:

عن عائشة رضی اللّٰه عنها قالت : قال رسول اللّٰه صلی

اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم : انّ اللّٰہ رفیق یحبُّ الرفق فی الامر کلّہٖ ترجمہ : ۔ بے شک اللہ تعالیٰ نرم ہیں اور سارے معاملات میں نرمی کو پسند فرماتے ہیں ۔ (متفق علیہ)

عن عائشۃ رضی اللّٰہ عنہا قالت : انّ النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم قال : انّ اللّٰہ رفیق یحبّ الرفق ، ویعطی علی الرفق مال ا یعطی علی العنف ومالا یعطی علی ماسواہ (رواہ مسلم)

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نرمی کرنے والے اور نرمی کو پسند کرنے والے ہیں اور نرمی پر وہ کچھ دیتے ہیں جو سختی پر نہیں دیتے اور نہ ہی اس کے علاوہ کسی اور چیز پر دے دیتے ہیں۔

عن عائشۃ رضی اللّٰہ عنہا انّ النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم قال : انّ الرفق لا یکون فی شیء الا زانہ ولا ینزع من شیء الّا شانہ‘ (رواہ مسلم)

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نرمی جس چیز میں ہوتی ہے اس کو مزین کردیتی ہے اور جس چیز سے نرمی کو نکال لی جاتی ہے اس کو عیب دار کر دیتی ہے۔

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال : بال اعرابیٌ فی المسجدفقام النّاس الیه لیقعوا فیه ، فقال النبیؐ صلی اللّٰہ علیه وآلهٖ وسلم : دعوه واریقوا علی بولهٖ سجلاً من المآء او ذنوباً من مّآء ، فانّما بعثتم میسّرین ولم تبعثوا معسّرین ۔(رواہ البخاری)

ترجمہ :۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک دیہاتی نے مسجد میں پیشاب کر دیا۔لوگ اُٹھے تا کہ اُسے سزا دیں۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ اس کو چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پر پانی کا ایک ڈول بہا دو۔بے شک تم تو آسانی والے بنا کر بھیجے گئے ہو سختی والے بنا کر نہیں بھیجے گئے ہو۔

اس وصف عالی ،اخلاق عالیہ کو عام کرنے سے ہی اتفاق واتحاد کی فضا قائم ہوگی۔اخلاق ہی وہ منفرد دولت ہے جس کی مانند کوئی دولت نہیں اور یہ وہ حسن ہے جس کی مانند کوئی حسن نہیں۔اسے اختیار کرنے سے معاشرے کے افراد خود بخود آپ کے قریب آتے جائیں گے۔

ایثار وہمدردی کی تعلیم

مساجد و مدارس کے اندر ایثار وہمدردی کی تعلیم دی جاتی ہے اور ایثار

وہمدردی کی وجہ سے باسانی معاشرے کو متحد رکھا جا سکتا ہے اور یہ سبق طلبہ ودیگر افراد کو درج ذیل احادیثِ مبارکہ سے سکھایا جاتا ہے:

عـن ابـی هريرة رضی اللّٰه عنه قال : قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وآلهٖ وسلم : طعام الاثنين كافی الثلاثة ، وطعام الثـلاثة كـافـی الاربـعة (متفق عليه) وفی رواية لمسلم عـن جـابـر رضـی الـلّٰه عنه عن النبی صلی اللّٰه عليه وآله وسـلـم قـال : طـعام الواحد يكفی الاثنين وطعام الاثنين يـكـفـی الاربعة وطـعـام الاربـعة يـكـفـی الثـمـانية ۔

ترجمہ: ۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دو کا کھانا تین کے لیے کافی ہے اور تین کا کھانا چار کے لیے کافی ہے۔ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مسلم کی روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک کا کھانا دو کے لیے کافی ہے اور دو کا کھانا چار کے لیے کافی ہے اور چار کا کھانا آٹھ کے لیے کافی ہے۔

عـن ابی هريرة رضی اللّٰه عنه قال : جاء رجل الی النبی صلی اللّٰه عـليـه وآلـه وسـلـم قـال : جآء رجل الی النبی صلی اللّٰه عليه وآله وسـلم فقال : انّی مجهودٌ فارسل الیٰ بعضِ نسـائهٖ فقالت : والّذی

بعثك بالحق ماعندی الّا مآء ، ثم ارسل الیٰ اُخریٰ فقالت مثل ذٰلك ، حتیٰ قلن کلهن مثل ذٰلك لا والّذی بعثك بالحق ما عندی الا مآء ۔ فقال النبی صلی اللّٰه علیه واٰله وسلم ,, من یّضیف هٰذا اللیلة ؟ فقال رجل من الانصار : انا یا رسول اللّٰه فانطلق به الیٰ رحله فقال لامراته : اکرمی ضَیف رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه واٰله وسلم وفی روایة قال لامراته : هل عندك شیء ؟ قالت : لا ، الّا قوت صبیانی ۔ قال : فعلّلهم بشیء واذا ارادوا العشآء فنوّمیهم واذا دخل ضیفنا فاطفیء السراج وایه انا نٰاکل فقعدوا واکل الضیف وباتا طاویین ، فلمّا اصبح غدا علی النّبی صلی اللّٰه علیه وآله وسلم فقال : لقد عجب اللّٰه من صنیعکما بضیفکما اللّیلة (متفق علیه)

ترجمہ: ۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں بھوک سے نڈھال ہوں ۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بعض ازواج مطہرات کے ہاں پیغام بھیجا، اُنہوں نے جواب دیا۔ قسم ہے اُس ذات کی جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا۔ میرے پاس پانی کے سوا کچھ نہیں ۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسری بیوی کی طرف پیغام بھیجا۔ اُنہوں نے بھی اسی طرح کا جواب دیا۔ یہاں تک کہ تمام نے اسی

طرح کا جواب دیا کہ جس ذات نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میرے پاس پانی کے سوا اور کچھ نہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس مہمان کی آج مہمانی کون کرے گا؟ ایک انصاری نے کہا میں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! پس وہ اس کو لے کر اپنے گھر گیا اور اپنی بیوی کو کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مہمان کا اکرام کرنا اور ایک روایت میں ہے کہ اپنی بیوی کو کہا کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟ اُس نے کہا کچھ نہیں سوائے میرے بچوں کی خوراک کے۔ اُس نے کہا ان کو بہلاؤ جب وہ رات کا کھانا مانگیں پھر ان کو سلا دو۔ جب ہمارا مہمان داخل ہو تو دیا گل کر دینا اور ظاہر یہ کرنا کہ ہم بھی کھانا کھا رہے ہیں۔ پس وہ بیٹھ گئے۔ مہمان نے کھانا کھالیا اور ان دونوں (میاں بیوی) نے بھوکے رات گزاری۔ جب صبح ہوئی اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہارے مہمان کے ساتھ سلوک پر بہت خوش ہوئے۔ (بخاری و مسلم)

عجز وانکساری کی تعلیم

مدارس اسلامیہ کا خاصہ ہے کہ وہاں بسنے والے تمام افراد میں جہاں دوسری خوبیاں پائی جاتی ہے وہاں اُن کے اندر تواضع جیسی اعلیٰ صفت بھی موجود

پاؤں گے اور تواضع یعنی عجز وانکساری کا معاشرے کے جوڑ میں ایک نمایاں کردار ہے۔قرآن کریم تواضع اختیار کرنے والوں کی مدح بیان کرتا ہے اور جو لوگ تواضع اختیار نہیں کرتے اُن کی مذمت بیان کرتا ہے۔یہی حال احادیث مبارکہ کا بھی ہے۔احادیث مبارکہ میں بھی تواضع اختیار کرنے والوں کی بڑی تعریف بیان کی گئی اور تکبر کی مذمت بیان کی گئی ہے۔اولاً ذیل میں تواضع سے متعلق قرآنی آیات واحادیث نقل کی جاتی ہے پھر اُس کے بعد تکبر کی مذمت سے متعلق قرآنی ایت واحادیث نقل کی جائے گی۔

قرآنی آیت

قرآن کریم میں ہے: واخفض جناحك لمن اتّبعك من المؤمنين (الشعراء :۸۸)

ترجمہ: ۔ اور تو ان مؤمنوں کے لیے جو تیرے پیروکار ہیں اپنے بازو کو جھکا دے۔

احادیث مبارکہ

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:۔

عن عياض بن حمار رضى الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : ان اللّٰه أوحىٰ الىّ ان تواضعوا حتىّ لا يفخر احد

علی احد ولا یبغی احد علی احد۔(رواہ مسلم)

ترجمہ :۔ حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی فرمائی ہے کہ تم تواضع (عاجزی وانکساری) اختیار کرو۔ یہاں تک کہ تم میں سے کوئی بھی دوسرے پر فخر نہ کرے نہ دوسرے پر زیادتی کرے۔(مسلم)

مدارسِ اسلامیہ میں تواضع کی عملاً تعلیم دی جاتی ہے ہر کوئی جانتا ہے کہ مدارسِ اسلامیہ سے تعلق رکھنے والے اپنوں اور دوسروں کے حقوق کا بہت ہی زیادہ خیال رکھتے ہیں اور یہ وصف اُن کو مدارس ہی میں سکھایا جاتا ہے ۔اس وصف کے نتیجہ میں ہر کوئی اُن سے اور وہ ہر کسی سے محبت کرنے لگتا ہے جس کی وجہ سے اتحاد کا ماحول بنتا چلا جاتا ہے۔

تکبر کی مذمت

اتفاق واتحاد کو جس چیز کی وجہ سے زیادہ نقصان پہنچا ہے وہ انسان کا تکبر ہے ۔ذیل میں تکبر کی مذمت سے متعلق آیات واحادیث نقل کیے جاتے ہیں:۔

قرآنی آیات

قرآن کریم میں ہے:۔ ولا تمش فی الارض مرحا (الاسراء :۳۷)

ترجمہ :۔ اور زمین پر تو اکڑ کر مت چل۔

ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :۔

ولا تصعّر خدّك للناس ولا تمش فی الارض مرحاً انّ اللّٰه لا یحب کلّ مختال فخور (لقمان :۱۸)

اور تو اپنے رخسار کو لوگوں کے لیے مت پھلا اور زمین پر اُکڑ کر نہ چل۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر متکبر اور فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتے۔

ایک اور جگہ فرمانِ الٰہی ہے :۔

انّ قارون کان من قوم موسیٰ فبغیٰ علیهم و اٰتیناه من الکنوز ما انّ مفاتیحه لتنوء بالعصبة اُولی القوّة اذ قال لهٗ قومهٗ لا تفرح انّ اللّٰه لا یحبّ الفرحین (القصص:۷۶---)

ترجمہ:۔ بے شک قارون موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں سے تھا۔ پس اُس نے سرکشی کی ہم نے اُس کو اتنے خزانے دیے کہ جن کی چابیاں ایک طاقتور جماعت کو بوجھل کر دیتی تھیں۔ جب اس کو اس کی قوم نے کہا مت اتراؤ۔ بے شک اللہ تعالیٰ اکڑنے والے کو پسند نہیں کرتے۔ ---(القصص)

فرمان نبوی ﷺ ہے:۔**عن عبدالله بن مسعود رضی الله عنه عن النبی صلی اللّٰه علیه وآله وسلم قال : لایدخل الجنّة من کان فی قلبهٖ مثقال ذرّة من کبرٍ فقال رجل : ان**

الرجل یحب ان یکون ثوبُه حسناً وّ نصلهٗ حسنة ؟ قال : انّ اللّٰه جمیل ویحب الجمال الکبر بطر الحقّ وغمط النّاس ۔(رواہ مسلم)

ترجمہ : ۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ آدمی جنت میں داخل نہ ہوگا جس کے دل میں ایک ذرّے کے برابر تکبر ہو۔ایک شخص نے پوچھا بے شک آدمی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے کپڑے خوبصورت ہوں اور اُس کے جوتے خوبصورت ہوں ۔ارشاد فرمایا : بے شک اللہ تعالیٰ جمال والے ہیں اور جمال کو پسند کرتے ہیں ۔

عن سلمة بن الاکوع رضی اللّٰہ انّ رجلًا اکل عند رسول اللّٰہ صلی اللہ علیه وآله وسلم بشمالهٖ فقال : کل بیمنك قال :لا استطیع قال : لا استطعت : ما منعه الّا الکبر قال : فما رفعها الیٰ فیه (رواہ مسلم)

ترجمہ : ۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے منقول ہے ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بائیں ہاتھ سے کھایا ۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے دائیں ہاتھ سے کھا۔اُس نے کہا میں

طاقت نہیں رکھتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ کرے کہ تو طاقت نہ رکھے۔ اس کو تکبر نے اس بات سے روکا تھا۔ حضرت سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ پھر وہ اپنا دایاں ہاتھ منہ کی طرف نہیں اُٹھا سکا۔ (مسلم)

عن ابی هريرة رضی اللّٰه عنه انّ رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وآله وسلم قال : بينما رجل يّمشی فی حلّة تعجبه نفسهٗ مرجّل راسه يختال فی مشيتهٖ اذ خسف اللّٰه بهٖ فهو يتجلجل فی الارض الیٰ يوم القيامة (متفق علیہ)

ترجمہ :۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایک آدمی اپنے جوڑے میں چل رہا تھا اور اس کو اپنا آپ اچھا معلوم ہو رہا تھا اس کے سر پر کنگھی کی ہوئی تھی اپنی چال پر وہ اترا رہا تھا۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ نے اس کو زمین میں دھنسا دیا۔ پس وہ زمین میں قیامت تک دھنستا رہے گا۔

عن ابی هريرة رضی اللّٰه عنه انّ رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وآلهٖ وسلم قال : لا ينظر اللّٰه يومَ القيٰمة الیٰ من جرّ ازارهٗ بطراً (متفق علیہ)

ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس شخص کو نہیں دیکھے گا جس نے تکبر کی وجہ سے اپنی چادر کو کھینچا۔ (بخاری ومسلم)

مندرجہ بالا تمام آیات واحادیث سے ہمیں یہی سبق سکھایا جاتا ہے کہ ہم عاجزی اختیار کریں اور تکبر سے بچیں اوراس میں کامیابی ہے۔یہی سبق مدارس اسلامیہ کے اندر پڑھایا جاتا ہے۔یہ بات بالکل روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ جس معاشرے میں افراد میں عاجزی کی صفت آئے گی وہاں ازخود اتحادواتفاق کی فضا قائم ہوگی اور جہاں پر لوگ اپنے آپ کو بڑا سمجھیں گے وہاں کے لوگ عدمِ اتفاق کی بُو محسوس کریں گے۔تکبر ہی وہ زہر قاتل ہے جس کی بناء پر متکبر اپنے آپ کو دوسروں سے بہتر خیال کرتا ہے۔اوراپنے آپ کودوسروں کو پر فوقیت دیتا ہے۔جس کالازمی نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ وہ دوسروں سے الگ رہنا پسند کرتا ہے دوسروں سے دور رہنے کوترجیح دیتا ہے۔دوسروں سے تعلق قائم کرنے میں عارمحسوس کرتا ہے ۔جس کا آخری نتیجہ عدمِ اتفاق کی صورت میں نکل آتا ہے۔

لمحہ فکریہ

ہمارے درمیان اتحاد کی باتوں کے باوجوداتحادقائم نہیں ہوتا۔ ہمارا ہر قائد اتحاد کی باتیں کرتا ہے مگرعملاً اس کے الفاظ بالکل بے اثر ہوکر رہ جاتے ہیں

۔اس کی وجہ یہی ہے کہ کوئی اپنے اس کہنے میں سنجیدہ نہیں ہر آدمی اتحاد کا پیغام دینے کا کریڈٹ تو لینا چاہتا ہے مگر وہ اس کے عملی تقاضے پورا کرنے کے لیے تیار نہیں ۔لوگ جو کچھ کہتے ہیں کرتے نہیں کیونکہ وہ اس کی قیمت دینا نہیں چاہتے ۔اتحاد کی واحد لازمی قیمت اپنی بے اتحادی کو ختم کرنا ہے۔ جب تک آدمی اپنی بے اتحادی کو ختم نہ کرے اتحاد قائم نہیں ہو سکتا۔جو آدمی اتحاد کی دعوت دے رہا ہے وہ خود بھی انہیں میں سے ایک ہے جن کے ملنے سے مطلوبہ اتحاد پورا ہوگا پھر اگر وہ اپنے کو اس میں شامل نہ کرے تو اتحاد کی تکمیل کس طرح ہوگی ۔حقیقت یہ ہے کہ اپنے کو دوسروں کے ساتھ شامل کرنے کا نام اتحاد ہے اور اپنے کو دوسرے سے الگ کرنے کا نام اختلاف ہے ۔اور یہ انا کی قربانی کے بغیر وجود میں نہیں آسکتا۔جب تک ہم اپنے انا کی قربانی نہیں دیں گے ہمارا اتحاد کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہوگا۔اسی انا کو مٹانے کے لیے مساجد ومدارس کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔مساجد ومدارس میں اس انا پرستی کا روحانی علاج کیا جاتا ہے ۔انا پرستی عبادت سے ختم ہوتی ہے ۔انا پرستی عاجزی اختیار کرنے سے ختم ہوتی ہے ۔ اگر ہم اپنی انا کی قربانی نہیں دیں گے تو ہمارا ہی نام ونشان مٹ جائے گا۔

بقول علامہ اقبال

ہے زندہ فقط وحدتِ افکار سے ملت
وحدت ہو فنا جس سے وہ الہام بھی الحاد

فرد قائم ربطِ ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

☆☆☆☆

تمت بحمد اللہ تعالیٰ وبتوفیقہٖ (16 اگست 2023ء)

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ محمد والہٖ واصحابہٖ اجمعین

ومن تبعھم باحسان الیٰ یوم الدین . امین یارب العٰلمین

☆☆☆☆☆☆